فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(اگر تم خود نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو)

اَلْاِفَاضَاتُ السَّنیّہ

اَلْمُلَقَّبْ بِہٖ

فتاویٰ مہریہ

مجدّدِ دین وملّت، فاتحِ قادیانیّت حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی قدس سرہٗ العزیز

باایماء

حضرت پیر سیّد غلام محی الدین گیلانی قدس سرہٗ العزیز

باہتمام

حضرت پیر سیّد غلام معین الدین گیلانی قدس سرہٗ العزیز

حضرت پیر سیّد شاہ عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی

سجادہ نشین گولڑہ شریف

بار	پنجم
تعداد	۴۰۰۰
مقامِ اشاعت	گولڑہ شریف
تخریج	علامہ سیّد ظفر علی شاہ، علامہ اختر حبیب اختر
گرافک ڈیزائنر	محمد نعیم
پروف ریڈنگ	شیخ الحدیث علامہ مشتاق احمد چشتی، قاری غلام محی الدین
مطبع	پرنٹنگ پروفیشنلز، لاہور فون 042-37553711
ہدیہ	200 روپے

شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ جولائی 2010ء

ملنے کا پتہ

کتب خانہ درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

نظریۂ وحدتِ وجود:۔

صوفیائے اسلام کے نظریہ وحدتِ وجود جس پر اکثر مشاہیر اولیاءِ کرام ایک ہزار ہجری تک متفق چلے آئے ہیں اور ہر مسلک اور مشرب کے اربابِ حال کی کلام اس سے مملو نظر آتی ہے جن میں حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ، امام عبدالوہاب شعرانیؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت عبدالرحمن جامیؒ، حضرت غریب نواز اجمیریؒ، حضرت محبوبِ الٰہی دہلویؒ، حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے متعلق بعض متاخرین مشائخ نے مجدد الف ثانیؒ کی کچھ تحریرات سے اس قسم کے نتائج برآمد کیے جن کی وجہ سے اس گروہ صدق وصفاء میں کافی اختلاف کا احتمال پیدا ہو گیا تھا۔ علاوہ ازیں بعض اربابِ تصوف نے غلبۂ حال کی وجہ سے اس کشفی مسئلہ کو کلمۂ توحید کا مرادی معنی قرار دے کر تمام امتِ مسلمہ کو اسی کا مکلف ہونے پر زور دیا اور جو اس کا قائل نہ ہوا سے مشرک و کافر تک لکھ دیا۔ چنانچہ شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی کی کتاب ''کلمۃ الحق'' اس امر کی پوری تصدیق کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس امر سے امتِ مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمۂ توحید کے معنی پر ایمان رکھنے سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ مقام فقط حال سے تعلق رکھتا ہے اور سوائے اولیاءِ کرام اور عرفاءِ عظام کے ہر کس و ناکس کی رسائی اس تک مشکل ہے آنجنابؒ نے اس خطرہ کو بروقت محسوس فرماتے ہوئے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''تحقیق الحق فی کلمۃ الحق'' تصنیف فرما کر ان سب خطرات کا سدِ باب فرما دیا۔ کتاب کیا ہے علم و عرفان کا ایک بحرِ ذخار ہے جس کے پڑھنے سے مصنفؒ کے عرفانی کمالات کا پتہ چلتا ہے۔ مفتی محمد حسن مرحوم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور اپنے شیخِ طریقت مولوی اشرف علی تھانوی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر پیر صاحبؒ یہ کتاب تصنیف نہ فرماتے تو اہل ظاہر کے لیے کلمۂ توحید پر اپنا ایمان ثابت کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ مصنف ''کلمۃ الحق'' نے کتاب و سنت اور لغت و بلاغت کے دلائل قاہرہ سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ کلمہ طیبہ کا مفہوم توحیدِ وجودی میں ہی منحصر ہے جس کے بغیر ایمانِ شرعی ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا اور واقعی بات ہے کہ اگر حضرت قبلۂ عالمؒ جیسے محقق عارف اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتے تو علماء ظاہر میں سے کسی کو بھی کتاب مذکورہ کا جواب لکھنے کی جرأت نہ ہو سکتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام کے اس اصولی کلمہ طیبہ میں اہل اسلام کے دو بڑے گروہوں میں تصادم پیدا ہو جاتا جس کے نتائج نہایت خطرناک ہوتے۔ آنجنابؒ نے ایک طرف لکھنوی کے دلائل کے دندان شکن جوابات دے کر دلائل اور

براہین سے یہ ثابت فرمایا کہ کلمہ توحید کا وہ معنی جس پر زمانہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام اہل اسلام متفق چلے آئے ہیں ایمان شرعی کے حاصل کرنے اور کفر وشرک سے نجات پانے کے لیے وہی کافی ہے البتہ اس مفہوم ظاہری کے ساتھ ایک باطنی مفہوم کی طرف بھی اشارہ موجود ہے اور کتاب وسنت کے بعض اشارات بھی اس کی تائید کرتے ہیں جو کہ محض اربابِ باطن، حضراتِ اہل اللہ کے مکشوفات سے ہے۔ اور اس کا انکار کرنا کفر نہیں ہاں یہ بات اور ہے کہ اس قدر مشاہیر اولیاءِ کرام کے متفقہ نظریہ کو محض کم فہمی کی بناء پر خلافِ شرع اور غلط کہنے میں سوء خاتمہ اور شقاوت وحرمان کا خطرہ ضرور ہے۔ دوسری طرف آپؒ نے اس مسئلہ کی مکمل تشریح اور تفسیر فرما کر علماء ظاہر کے بعض بے محل اعتراضات کا پردہ چاک کر دیا جو کہ کم فہمی کی بناء پر ہر دور میں اس نظریہ کشفیہ کے متعلق وارد کئے جاتے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں وحدتِ وجود اور وحدتِ شہود کے درمیان فرق اور حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کے کلام سے بعض پیدا شدہ شبہات کا مکمل جواب تحریر فرما کر اس نو پیدا اختلاف کو بھی کافی حد تک ختم کر دیا جو صوفیائے وجودیہ اور شہودیہ کے مابین پیدا ہو رہا تھا۔ کتاب مذکور کے علاوہ آپؒ کے مکتوبات اور ملفوظات میں بھی اس موضوع پر کافی ذخیرہ موجود ہے جو کہ اربابِ ذوق کے لیے موجبِ بصیرت ہے۔

مسلمانانِ ہند کی سیاسی رہنمائی:۔

جنگِ بلقان کے زمانہ میں جب مسلمانانِ ترکستان حکومتِ برطانیہ سے برسرِ پیکار تھے تو ہندوستان کے اکثر اکابر نے ہجرت کی تحریک شروع کی۔ آپؒ نے بمعہ بعض دیگر اکابرِ ہند، اس تحریک کی زبردست مخالفت کی اور اس کے خطرناک نتائج سے مسلمانوں کو بروقت متنبہ کیا۔ اربابِ تحریک نے مختلف قسم کے غلط الزامات عائد کئے حتیٰ کہ حکومت برطانیہ کی ہمنوائی سے بھی مطعون کیا مگر آپؒ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر لغزش نہ آئی۔ تحریک والوں کی طرف سے بعض خصوصی نمائندے تبادلۂ خیال کے لیے حاضرِ خدمت ہوئے مگر آپؒ کے دلائل کے سامنے بجز خاموشی کے چارہ نہ رہا اور الٹا اکابرینِ تحریک کی غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے اور بات بھی معقول تھی۔ کیونکہ شرعی لحاظ سے جہاں پر شعائر اسلام کے ادا کرنے سے کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہو وہاں سے ہجرت کرنا فرض نہیں اور ہندوستان سے ہجرت کرنے کی نوعیت ہی کچھ اور تھی۔ جس سے علاوہ کسی اسلامی مفاد حاصل نہ ہونے کے یہ زبردست خطرہ بھی موجود تھا کہ اگر بانیانِ تحریک کی خواہش کے مطابق تمام مسلمان یہاں سے بستر بوریا باندھ کر چل کھڑے ہوتے تو اس غربتِ اسلام کے دور میں پھر